مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

درسِ حدیث

حضرت اقدس پیر و مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان خانقاہ حامدیہ قدوسیہ چشتیہ کے زیرِ انتظام ماہ نامہ انوارِ مدینہ کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس رحؒ کے مریدین اور عام مُسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدس رحؒ کے اس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

یزید کی بیعت پوری طرح منعقد نہ ہوئی تھی اس لیے اطاعت لازم نہ تھی،
عزّتِ نفس کے لیے جان دینا بھی شہادت ہے
بالآخر حضرت معاویہؓ نے بھی عملاً حضرت علیؓ کی تائید کر دی
امام حسینؓ کی تائید میں ائمہ اربعہ کا متفقہ فیصلہ
اہلِ مدینہ کا عمل، امام مالکؒ کی رائے

حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

ترتیب و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

کیسٹ نمبر ۳۳ سائیڈ اے/ ۸۴-۴-۱۳

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمدٍ و آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم قال کانت بنواسرائیل تسوسھم الانبیاء کلماھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون قالوافما تامرنا قال فوابیعۃ الاول فالاول اعطوھم حقھم فان اللہ سائلھم عمااسترعاھم متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۳۲۰)

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلّم نے یہ ہدایت فرمائی وصیت فرمائی کہ جس سے

بیعت کرلو تو اُس کی بیعت پر پابند رہو اور اگر کوئی بعد میں آجائے اور پھر اس کے بعد اور آجائے اور حالات ڈانواں ڈول کہ کبھی کوئی آگیا کبھی کوئی اور ان سب سے بیعت کرنی پڑ جائے جیسے وُوٹ دینا جیسے یہ عہد کرنا کہ ہم تمہاری بات مانتے رہیں گے جائز حد تک جو ہوگی یہ شرط اس میں لگی ہُوئی ہوتی ہے تو ایسی صورت میں کیا کرے تو فرمایا فوا ببیعت الاول فالاول کہ جو پہلے ہے اس کا درجہ پہلے ہے اور اس سے بھی جو پہلے ہے اُس کا درجہ اور بھی مقدم اُس کے ساتھ وفاداری رکھو اُس کے ساتھ وفاداری کرو اور جو بعد میں دعوٰی کررہا ہو اُس کے بارے میں کیا ہے تو اُس کے بارے میں فرمایا اُسے ماردو کائنا من کان جو بھی کوئی ہو

خارجیوں ناصبیوں کا حضرت حسینؓ پر اعتراض

اب خوارج یا نواصب یہاں پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہیں ــــ ان لوگوں نے یہ کہا کہ پہلے یزید خلیفہ ہُوا بعد میں حضرت حسینؓ نے خلافت کا دعوٰی کیا لہٰذا بعد والے کو مارنے کا حکم آپ دے چکے اُنھیں شہید کردیا گیا اب جو شہید ہُوئے ہیں تو اپنے نانا کی تلوار سے گویا شہید ہُوئے ہیں یہ ان لوگوں نے ایک چیز (بے تکی دلیل) تیّار کی تھی۔

خارجی اور ناصبی کسے کہتے ہیں

خارجی اُنھیں کہتے ہیں جو کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں کے خلاف ہوں اور دونوں کو بُرا سمجھتے ہوں بلکہ اُن کی تکفیر کرتے ہوں کہ معاذ اللہ وہ اسلام سے نکل گئے تھے ایسی غلط قسم کی باتیں اور غلط قسم کے عقائد اُنھوں نے اپنے بنا رکھے تھے اور دوسرا طبقہ ایک اور ہے وہ کہلاتے ہیں ناصبی ان کا زیادہ بڑا نشانہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے تو وہ نواصب کہلاتے ہیں وہ حضرت علیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سب کو نشانہ بناتے ہیں تو اس کے بالمقابل جو ایک اور باطل فرقہ پیدا ہُوا تھا وہ شیعہ تھے اور ان سب کے بالمقابل جو اہلِ سُنّت نے طرز اختیار کیا وہ بڑا معتدل ہے اُس میں سب صحابہ کرام کی عظمت بحال رکھنے کی پُوری پُوری کوشش کی گئی ہے۔

ان کا جواب

لیکن مَیں نے آپ کو اس کے بارے میں بتلایا کہ یزید کا معاملہ تو ایسا تھا کہ اُس کے بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو طریقہ اختیار کیا تھا کہ نامزد کردیں اور اس کے بارے میں فضا سازگار کرلیں لوگوں سے ایک پیشگی وعدہ لے لیں ذہن تیار کرلیں اس چیز کو صحابہ کرام میں سے کافی صحابہ کرام نے پسند نہیں کیا بلکہ اس سے اختلاف کیا کہ اس طرح سے

خلافت دلائی، بیعت کرائی یہ ہی ٹھیک نہیں ہے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اور دوسرے صحابہ کرام کا اختلاف ہوگیا جیسے کہ حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی، حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی تو ان حضرات نے مخالفت کی تو جس چیز میں اختلاف آجائے وہ منعقد پوری طرح نہیں مانی جاتی لہٰذا اس کا انعقاد درست نہ ہوا[1] پھر جہاں کے لوگوں نے بیعت کی ہی نہیں پھر اُن کا کیا ہوگا ــــــ مثلاً اہلِ کوفہ نے بیعت کی ہی نہیں تھی بلکہ اُنھوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب وہ مکہ مکرمہ پہنچے ہیں تو لکھا ہے اور اُس میں یہی مضمون تھا کہ ہم نے کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی آپ تشریف لے آئیں آپ کے ہاتھ پر ہم بیعت کرلیں گے، اور اللہ تعالیٰ ہمارے لیے بہتری فرمادیں گے۔

---

[1] احادیث میں مختلف الفاظ کے ساتھ اس شرط کی صراحت ہے کہ پہلے کسی شخص واحد پر سب کا اتفاق ہوچکا ہو، پہلی بیعت منعقد ہوچکی ہو ملاحظہ فرمائیں

(۱) عن عرفجہ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول اِنہ سیکون ھنات وھنات فمن اراد ان یفرق امر ھذہ الامۃ وھی جمیع فاضربوہ بالسیف کائنا من کان (مشکوٰۃ ص ۳۲۰)

(۲) حضرت عرفجہ سے ہی دوسری روایت میں وھی جمیع کی جگہ وامرکم جمیع علی رجل واحد کے الفاظ منقول ہیں (ایضاً ص ۳۲۰)

(۳) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم من بایع اماما فاعطاہ صفقۃ یدہ ثمرۃ قلبہ فلیطعہ ان استطاع فان جاء آخر ینازعہ فاضربوا عنق الاخر (ایضاً ص ۳۲۰)

خط کشیدہ جملوں سے اس امر کی وضاحت ہو رہی ہے کہ تلوار تب اُٹھائی جا سکتی ہے جب پہلے بیعت کا انعقاد ہوچکا ہو۔ مرتّب

حضرت حسینؓ کا کوفہ جانا ضروری تھا اور اس کی دلیل

اب یہ بتلائیے آپ کہ تمام احکام جتنے بھی ہیں اسلام کے بہت کا مدار ان میں حکومت پر ہے اگر حکومت ہوگی تو ہوں گے ورنہ نہیں ہوں گے، ہو ہی نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی حدود جو ہیں ان کو نافذ کرنے کا اختیار کیا افراد کو ہے؟ نہیں افراد کو نہیں ہے۔ شوہر بیوی کو سزا دینی چاہے نہیں دے سکتا، دعوے کرے گا کوئی اور کسی اور کو دینا چاہے جو اس کے ماتحت ہو تو بھی نہیں دعویٰ کریگا بس تھوڑی بہت سرزنش کرسکتا ہے لیکن یہ کہ وہ سزا دے حد جاری کرے یہ کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ کسی کو کسی نے قتل کر دیا اب اس کے بیٹے اُس قاتل کو نہیں مار سکتے دعویٰ کر سکتے ہیں، مارے گی تو حکومت مارے گی، کیونکہ اگر اُسے مارنے کا اختیار دے دیا جائے تو پھر تو فساد اور بڑھے گا اور وہ مارنا کسی کو چاہتا ہے مارا کوئی اور گیا تو فساد ٹھنڈا ہونے کے بجائے اور بڑھتا ہے بھڑکتا ہے۔ اس لیے حکومت کے سوا باقی کسی کا کام یہ نہیں ہوتا کہ حدود اللہ قائم کرے اقامتِ حدود اور فیصلے شریعت کا نفاذ یہ کام حکومت کا ہے افراد کا نہیں ہے رعایا کا نہیں ہے تو اس کام کے لیے اگر کوئی کسی کو بُلاتا ہے کہ یہ کرو تو یہ شریعت ہے یا نہیں اور عبادت ہے یا نہیں؟ یہ تو عبادت ہے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جب بلایا گیا اس کام کے لیے تو اُن کے لیے جانا جبکہ وہ کہہ یہ رہے ہیں کہ ہم نے کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی ہے۔ آپ ادھر آجائیں اور ہم بیعت کریں گے آپ کے دستِ مُبارک پر، شاید اللہ تعالیٰ ہمیں خیر پر جمع کر دیں۔ بہتر حالات پر جمع کر دیں یہ مضمون تھا اُن کا اَب ان کے لیے وہاں پہنچنا کم از کم واجب ہُوا۔ کم از کم مستحب سمجھ لیں اور بھی اس سے نیچے آجائیں کم از کم جائز تو ہُوا، ورنہ مستحب ہُوا ورنہ واجب ہوا تو اس وجوب کو پُورا کرنے کے لیے اُنھوں نے سفر کیا۔

بغاوت یا بغاوت پر اُکسانے کا اُن کا کوئی ارادہ نہ تھا

اب ان کا ارادہ یہ ہُوا ہوتا کہ یزید کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر بھی لی ہو تب بھی میں ضرور لڑوں گا اور مجھے اس کی بیعت تڑوانی ضرور ہے اگر ایسا ارادہ ہوتا تو اپنے ساتھ بیوی بچوں کو لے کر تو نہ جاتے کوئی اور لڑنے والے لوگوں کا کوئی چھوٹا موٹا لشکر ہی تیّار کر کے لے کر جاتے، وہ جب گئے ہیں تو بیوی بچّے سب ساتھ چھوٹے بڑے گئے پھر جب مزاحمت ہُوئی ہے ان کی تو اُنھوں نے یہی کہا ہے کہ میں تو لڑنے نہیں آیا ہوں مجھے ان لوگوں نے بُلایا ہے اس عنوان سے بلایا ہے اگر کوئی مسئلے جاننے والا ہوتا

دین کی سمجھ ہوتی۔ فقیہہ ہوتا سامنے تو وہ سمجھتا کہ یہ بات جو آپ فرما رہے ہیں وہ صحیح ہے وزنی ہے اور یہ بغاوت نہیں ہے

بغاوت تو اہلِ مدینہ نے کی تھی مگر . . .

بغاوت میں تو مدینہ شریف والوں کا کام جو ہے وہ ہے وہ آتا ہے کیونکہ مدینہ منوّرہ کے عام لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی تھی۔ حضرت عبد اللہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں اُنھوں نے بھی بیعت کر لی تھی یزید کی اور پھر اُنھوں نے منع کر دیا تھا کہ اب چھوٹی موٹی باتوں پر یا غلط چیزیں بھی اگر ہیں تو بھی ایسے نہ کرو کہ تم یزید کی مخالفت کرو بلکہ رہنے دو اسی طرح ورنہ خونریزی ہوگی اور احادیث میں ایسے آیا ہے کہ اگر وہ (حکام) خُدا کی اطاعت کریں تو پھر تو تمہیں بھی فائدہ اور اُنھیں بھی خدا کے یہاں فائدہ اور اگر وہ حُکام خُدا کی اطاعت نہ کریں فلکم و علیھم تو تمہیں ثواب ملے گا اور جو گناہ ہے جو بار ہے وہ اُن کی گردن پر ہوگا تو اُن کی رائے یہ ہُوئی کہ نہ توڑیں۔

اہلِ مدینہ کا تقویٰ اُن کے عمل کی اہمیّت

لیکن مدینہ منوّرہ کے لوگوں کا دینداری اور تقویٰ کے اعتبار سے اہلِ شام کے مقابلہ میں، زمین آسمان کا فرق ہے وہ میں الگ آپ کو بتا ہی چکا ہُوں کہ روایتوں میں شام کا اور مدینہ شریف کا بہت زیادہ فرق آیا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دَور تک یہ فرق رہا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش جو ہے وہ ۹۰ھ یا ۹۱ھ ہے گویا ایک صدی پُوری ہو رہی تھی ہجرت کے بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات سے ۸۰ سال بعد تقریباً ان کی پیدائش ہُوئی ہے لیکن جب اُنھوں نے ہوش سنبھالا تو دیکھا مدینہ کا حال وہی ہے (امام مالکؒ) لکھ پڑھ گئے تو بھی یہی ہے اور عالم بن گئے تو بھی یہی ہے۔ علّامہ بن گئے، مجتہد بن گئے تو بھی وہی تو اُنھوں نے کہا مدینہ شریف کا جو عمل ہے اہلِ مدینہ کا وہ میرے نزدیک حدیثِ صحیح سے بھی زیادہ وزنی ہے کیونکہ عمل کا مطلب یہ ہے کہ ہر آدمی کر رہا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک اُستاد در اُستاد اسناد نقل کر رہے ہیں اور وہ دو چار تک ہی بات ہوتی ہے اور یہ تو سارا شہر کا شہر ایک چیز پر متفق ہے تو وہ ترجیح دیتے تھے کہ عمل اہلِ مدینہ جو ہے وہ میرے نزدیک بہت بڑا ہے تو اُن کو یہ چیز (یعنی یزید کی بدعملی) گوارا نہ ہُوئی تو اُنھوں نے بیعت توڑی معلوم یہ ہوتا ہے کہ بیعت توڑنا کچھ حالات میں دُرست بھی ماننا پڑتا ہے اگر اس کو دُرست نہیں مانتے تو اہلِ مدینہ کو گُمراہ کہنا پڑے گا اور اہلِ مدینہ کو گمراہ کسی

نے نہیں کہا بلکہ بُرا جو کہا ہے یزید ہی کو کہا ہے بُرائی اُسی کی طرف منسوب ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مدینہ منورّہ کے لوگوں نے کیا تھا اُس کی جو سزا دی جا سکتی تھی وہ تعظیم ملحوظ رکھتے ہوئے بھی دی جا سکتی تھی اُس نے تعظیم ملحوظ نہیں رکھی اُس نے تو آرڈر دے دیا کہ اُنہیں کچل کر رکھ دو اور قتلِ عام جیسی شکل بنائی بلکہ قتلِ عام کا حُکم دیا۔

ابن تیمیہؒ منہاج السنہ میں خود لکھتے ہیں کہ مُسلم بن عقبہ مری کو بھیجا اور امرہ ان یستبیح المدینۃ ثلاثۃ ایام تین دن وہ مدینہ منورّہ کو مباح سمجھے یعنی جو چاہے کرے لُوٹ مار کرے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک دفعہ ایک قیراط زائد دے دیا تھا ایک معاملے میں تو مَیں نے اُسے برکت کے طور پر اپنے تھیلے میں رکھا جیسے آپ جیب میں بٹوا رکھتے ہیں اس میں گویا رکھ لیا اور لم یکن القیراط یفارق قراب جابر بن عبد اللہ وہ اُنہی کے ساتھ رہا حتّٰی کہ حتی اصابہا یوم الحرۃ اھل الشام[1] اہل شام نے وہ لے لیا حرّہ کے واقعہ کے دن حضرت جابرؓ بڑے صحابی تھے اُن کے والد اُحد میں شہید ہو گئے تھے عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابرؓ جو ہیں وہ بھی اُحد میں شامل ہوتے ہیں اس وقت سے لے کر ۶۳ھ تک وہ اُن کے پاس تھا تو اُنہیں اس سے کتنی عقیدت اور کتنی محبت ہو گی اور اہلِ شام نے ایسے ہی تو نہیں لے لیا ہوگا بلکہ لُوٹ مار کے ذریعہ ہی لیا ہوگا تو وہ بُرائی جو اہلِ مدینہ کے ذمّہ ہو سکتی تھی۔ اس خُدا کے بندے (یزید) کے حصّہ میں آگئی۔ تو معلوم یہ ہُوا کہ اہلِ مدینہ ہی کی رائے ٹھیک تھی یہ واقعی اس قابل نہیں تھا اور اگر اس قابل ہوتا تو خُدا کا خوف ہوتا اس کے دِل میں اور خوفِ خُدا ہوتا تو احترامِ حرم کرتا۔ بلکہ دونوں حرمین کا مدینہ شریف اور مکہ مکرمہ کا احترام نہ کیا تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وہاں پہنچے تو وہاں اُنھوں نے دیکھا کہ اس کی فوج آچکی تھی راستے ہی میں اُن کو روک لیا انھوں نے اُنھیں بتایا کہ میرا سفر اس لیے ہے اور اس نیت سے ہے اور تمہیں یہ چاہیے کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو میں اُس سے بات کرتا ہوں دوسری صورت یہ ہے کہ تم مجھے واپس جانے دو اور تیسری صورت یہ ہے کہ مجھے تم بھیج دو مورچوں پہ جہاں لڑائی ہو رہی ہے تو جہاد میں جانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ گویا حدودِ مملکت

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۳۱۰ ایضاً ج ۱ ص ۳۵۵

کے آخری سرے پر ایک آدمی چلا گیا ایک طرف چلا گیا جہاد میں مصروف ہے تو اس کا یہ تو نہیں ہوتا کہ ملک کے اندر کچھ کر رہا ہو، ملک سے تو وہ باہر نکل گیا ملک کے وسط سے تو وہ ہٹ گیا جب وسط سے ہٹ گیا تو کوئی بھی کام نہیں کر سکتا۔

یزیدی پارٹی اگر غور کرتی تو...

اچھا اس میں اگر وہ غور کرتے تو تینوں صُورتوں میں یزید کی حکومت کا تسلیم کرنا لازم آجاتا ہے پہلی صورت یہ کہ مدینہ منوّرہ واپس چلا جاؤں جہاں سے آیا ہوں واپس جاؤں مدینہ یا مکّہ مکرّمہ۔ وہاں حکومت تھی اُس کی ایک دفعہ تو ہُوئی ہے اس کے بعد ٹوٹی ہے۔ دوسرے یہ کہا یزید کے پاس جانے دو، یزید کے پاس اگر لے جاتے تو کیا بات ہوتی اور تیسری صورت یہ تھی کہ وہاں جانے دو معرکہ میں جہاں جہاد ہو رہا ہے کیونکہ حضرت حسین اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما اس علاقے اہواز میں پہلے بھی جہاد کر چکے تھے اور اس علاقہ کو فتح انہوں نے کیا تھا۔ اسی لیے حضرت حسن وغیرہ رضی اللہ عنہم نے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی تو یہ کہا تھا کہ اس علاقہ کی آمدنی جو ہوگی وہ میرے حصّہ میں آئے گی اور وہ میں لیتا رہوں گا نواب بننے کے لیے نہیں بلکہ خرچے ہی اتنے تھے۔ متعلقین تھے بہت سارے اور بہت ضرورتیں تھیں تو پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ علاقہ اُنھیں دے دیا تو یہ لوگ بھی اس طرف آسکتے تھے اب جب اس طرف آتے تو ظاہر ہے کہ جو وہاں کا جنرل تھا اُس کے تابع ہو کر جہاد میں شامل ہوتے وہ جنرل ہوتا تو یزید ہی کا ہوتا اس میں گویا ہر حال میں "تینوں صُورتیں جو اُنھوں نے پیش کی ہیں اُن میں یزید کی حکومت کا تسلیم کرنا خود بخود لازم آجاتا ہے، لیکن یہ بیوقوف تھے اُنھوں نے کہا نہیں پہلے آپ بیعت کریں پھر ہم سوچیں گے کہ ہم آپ کا کیا کریں اور یہ جو ہے یہ کارروائی بغاوت ہے انھوں نے دفعہ جو لگائی اُن پہ وہ بغاوت والی لگائی۔

حضرت حسینؓ پہ دونوں باتیں واجب تھیں

اور جب یہ صورت ہوگئی تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مسئلہ کے اعتبار سے وجوب پر عمل کر رہے تھے ان کے اعتبار سے یہاں آنا واجب تھا، اُن کے اعتبار سے نہ لڑنا بھی واجب تھا تو وہ آئے اس طریقہ پر کہ بغیر لڑائی کے کہیں اگر حکومتِ عادلہ قائم ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اس کی جدوجہد کرنی چاہیے یہ بالکل ایسی مثال ہو جائے گی جیسے آج کہیں کسی صُوبے میں کوشش کی جائے کہ ہمارے لوگ اسمبلی میں

زیادہ آجائیں۔ ووٹ زیادہ ملیں تاکہ وہاں ہم اپنی حکومت قائم کرسکیں اسلامی حدود نافذ کرسکیں تو اسی طریقہ پر یہ بھی ایک کوشش ہوگی اس میں وہ لڑنے کی بات نہیں آتی۔

مُسلمان مسلح ہی ہُوا کرتا ہے ان کا مسلح ہونا رواجی تھا

اب رہا یہ کہ ہتھیار، ہتھیار تو ہر ایک کے پاس ہُوا ہی کرتے تھے اُس زمانے میں اور سفر جو کیا جاتا تھا اُس میں ہتھیار ہوتے ہی تھے ہتھیار تو تھے اُن کے پاس مگر فوج نہیں تھی خود اپنے گھر کے جتنے ہُوا کرتے ہیں جتنے رکھا کرتے تھے رواجًا وہ تھے اور مُسلمان تو مسلح رہا ہی کرتا ہے یہ تو ہم نے اپنی روش چھوڑ رکھی ہے ورنہ سِکھ جیسے مسلح ہیں اس طرح مُسلمان کے پاس ہر ایک کے پاس ہونی چاہیے تھی پستول۔ سکھوں نے مُسلمانوں سے ایک چیز لے کر اپنے ہاں ضروری کر لی تو مُسلمانوں کے لیے یہ چیزیں اصل میں تو لوازمات میں سے ہیں۔ اعدوا لهم ما استطعتم من قوة اور اصل بات بھی یہی ہے۔

رعایا کا مضبوط ہونا اصل قوّت ہے

آپ یُوں سمجھ لیجیے کہ اصل قوت جو ہے وہ ہے بھی یہی کہ رعایا جو ہے وہ مضبوط ہو اور تیّار ہو اور مسلح ہو اور اگر ایسی صُورت ہو تو کوئی ملک کسی ملک میں داخل نہیں ہوسکتا۔ آج رُوس بھی اگر ایران میں داخل ہو جائے تو خیر نہیں اُس کی، داخل تو وہ ہو جائے گا یہ ٹھیک ہے لیکن بچ کر بھی کوئی نہیں نکلے گا اُن میں سے اور جتنے کروڑ وہ ہیں اتنے کروڑ کو تو مار ہی دیں گے۔ اتنا نقصان جانی کوئی طاقت برداشت نہیں کرسکتی۔ اتنے کروڑ آدمی جتنے وہ ہیں اتنوں کو وہ ماردیں کس کو یہ غلط بات سُوجھ سکتی ہے کون اس غلط بات پر چل سکتا ہے کوئی بھی نہیں سوچ سکتا ایسا ہاں یہاں آسکتے ہیں کیونکہ یہاں کوئی مسلح نہیں یہاں جو آجائے اُس کی بات ماننی پڑے گی رعایا کو کیونکہ یہ محض رعایا ہے اس کی کوئی رائے نہیں اور رائے ہو بھی تو زبان سے کہہ ہی نہیں سکتا کیونکہ قوت نہیں ہے نہ لڑنے کا ڈھنگ ہے نہ کچھ ہے، نہ تربیت کچھ بھی نہیں بس ایک بھیڑ ہے یہ غلام رہ سکتے ہیں بس، جو بھی اُن کا مالک بن جائے اس کے غلام ہیں تو یہ نہ ہو کوئی اور ہو اُس کے غلام ہم ہیں وہ بات ہے ہی نہیں البتہ وہاں تو ہر آدمی کے پاس تھا ہتھیار اتنا ہتھیار اُن کے پاس بھی تھا باقی اس سے زیادہ تیّاری کی ہو کوئی فوج لائے ہوں وہ نہیں اب اُنھوں نے کہا کہ آپ پہلے یہ (بیعت) کریں۔ انھوں نے کہا یہ نہیں کرسکتا یہ نہیں مانے اُنھوں نے گرفتار کرنا چاہا انھوں نے گرفتاری بھی نہیں دی اب لڑے بغیر کیسے وہ گرفتار کرتے وہ بھی نہیں

کر سکتے تھے۔

حضرت حسینؓ نے لڑائی میں پہل نہیں کی اپنے والد کے طریقہ کو اپنایا

اور لڑنے کے لیے یہ پہل کریں یہ بھی نہیں کر سکتے تھے مسئلہ کی رُو سے۔ مسئلہ کی رُو سے یہی تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جتنی لڑائیاں ہوتی ہیں۔ ان سب میں اُنھوں نے یہ ہدایت کی ہے کہ پہل ہماری طرف سے نہیں ہوگی جنگِ جمل سب سے پہلے ہُوتی ہے بصرہ میں اُس میں یہی ہدایت کی ہے۔ اس کے بعد جنگِ صفین ہُوئی ہے اس میں یہی ہدایت کی ہے اُس کے بعد اہواز وغیرہ میں خوارج سے ہُوئی ہے لڑائی اس میں بھی یہی ہدایت کی ہے جب اُنھوں نے حضرت عبداللہؓ ابن خباب ابن الارت (اور حضرت خباب ابن الارت بہت مشہور صحابی ہیں جنھیں انگاروں پر لِٹا دیا تھا کفارِ مکہ نے شروع شروع میں اور ان کے چربی نکل آئی تھی) اُن کے بیٹے اور ان کی بہو یعنی بیٹے کی بیوی ان دونوں کو جب اُنھوں نے شہید کر دیا اور ان کے ہاں ولادت ہونے والی تھی تو گویا۔ تین خُون کر دیے۔ جب یہ ہُوا تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حملے کا حکم دیا ہے ورنہ اُنھوں نے حملے کا حکم نہیں دیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہ جانتے تھے ان کے سامنے معاملہ یہی رہا۔

بالآخر حضرت معاویہؓ کو بھی وہی کرنا پڑا جو حضرت علیؓ نے کیا

نمبر دو یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کیا وہی حضرت معاویہؓ کو کرنا پڑا یعنی پہلے حضرت عثمانؓ کی شہادت ہُوئی ہے اس وقت تو وہ یہ کہتے تھے یہ جو گروہ ہیں مصر سے آنے والوں میں سے دو یا تین آدمی اندر گئے جنھوں نے شہید کیا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کوئی ہتھیار لیے ہُوئے نہیں تھے جو آدمی عمر رسیدہ ہو اور ہتھیار کوئی نہ ہو اور نہ لڑنے کا حکم دے بلکہ ہتھیار پھینکنے کا حکم دے دے اس کو مارنے کے لیے کوئی فوج تو نہیں چاہیے اُس کو تو کوئی بھی شہید کر سکتا ہے دو یا تین آدمی ملتے ہیں جنھوں نے اُنھیں شہید کیا ہے اور اس جُرمِ عظیم کا ارتکاب کیا ہے لیکن وہ مارے گئے۔ حضرت عثمانؓ نے تو اپنی مدد کے لیے کسی کو نہیں بُلایا منع کر دیا مارتے ہیں مارنے دو۔ بہرحال بہت بڑی بہادری ہے اس میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے بہت بڑی بہادری ہے البتہ ان کی جو بیوی تھیں اُنھوں نے شور مچایا تو پھر وہ لوگ آئے اور مدد کے لیے بلایا۔ اس وقت حضرت عثمانؓ گفتگو نہیں فرما سکتے تھے وہ بیہوش ہو گئے تھے جب وہ لوگ مدد کے لیے آئے تو پھر اُن کی مڈبھیڑ ہُوئی اُنھوں نے پھر اُن کو مار دیا یہ وہیں مارے گئے

یہ کون تھے یہ مصر والے تھے، مصر سے آئے تھے انھوں نے گھیراؤ کر لیا تھا قصرِ امارت کا دار کا اُن کا جو مکان تھا، مکان تھا بڑا، اس کا صحن جو تھا وہ بھی شاید ایسا ہوگا جیسا کہ کنال دو کنال کا یا زیادہ کا ہو، اس میں سات سو آدمی آٹھ سو آدمی بیٹھتے ہیں بیک وقت، ایسا صحن بنا ہوا تھا اُسے الدّار کہا گیا وہ اُن کا دار الخلافہ وہ قصرِ امارت جو چاہیں کہیں اُسے، وہ اُن کا گھر تھا کوٹھی تھی قصرِ امارت سب کچھ وہی تھا اس کا گھیراؤ کیا ہے اس گروہ نے کیا ہے جو مصر سے آئے ہوئے تھے ایک گروہ آیا ہوا تھا بصرہ سے ایک گروہ آیا ہوا تھا کوفہ سے اُنھوں نے گھیراؤ ہی میں حصّہ نہیں لیا یہ الگ رہے لیکن باغی ہونے میں سب برابر تھے۔ خیالات سب کے ایک ہی تھے لیکن قتل کا ارتکاب جس نے کیا وہ تین چار آدمی تھے وہ تین چار سب مارے گئے۔

ایک اہم سوال

اب دوسرا سوال یہ اُٹھتا ہے کہ اس مصری گروہ کو مارا جائے یا نہ مارا جائے اور یہ اُٹھتا ہے سوال کہ بصرہ والے اور کوفے والوں کو مارا جائے یا چھوڑا جائے تو حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت عائشہؓ ان سب کی رائے یہ تھی کہ جو جو گروہ آئے ان سب کو قتل کیا جائے اُنھوں نے بغاوت کی کیسے اور یہ سب دمِ عثمان میں شریک ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے یہ بات نہیں ہے ان سب کو نہیں مارا جا سکتا ان میں جو فسادی ہیں اُن کی گرفت کی جا سکتی ہے لیکن حالات قابو میں آنے پر گرفت کی جائے گی، قاتل ہونے کے حساب سے مارا جائے سب کو یہ نہیں ہو سکتا، نہ یہ دُرست ہے نہ یہ جائز ہے ان حضرات کے ذہن نے اس بات کو قبول نہیں کیا۔

ان حضرات کا اقدام اور حضرت علیؓ کی رائے کی طرف رجوع

ان حضرات نے حملہ کیا بصرہ پر قاتلینِ عثمان کا پیچھا کیا ان میں کچھ کو مار دیا کچھ بھاگ گئے ایک بڑا مڈھ جو تھا وہ بھی بھاگ گیا۔ اب اس کو قبیلے والوں نے چُھپا لیا وہ کہنے لگے اگر آؤ گے ہم تم سے لڑیں گے اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ یہ حکم دے رہے ہیں تو اُنھیں اس آدمی کو برآمد کر کے دے دینا چاہیے تھا نہیں دیتے برآمد کر کے اُنھوں نے کہا نہیں، آپ نے بصرہ پر حملہ کیا اتنے آدمیوں کو مار دیا ہے ہم نہیں مانتے اب ان سے اگر لڑتے ہیں تو ان کے جو اور حمایتی قبیلے ہیں وہ اُٹھ آئیں گے۔ حضرت علیؓ سے جب گفتگو ہوئی ہے تو یہی بات کہلائی ہے ان سے اور انھوں نے پھر مان لی کہ یہ بات ٹھیک ہے۔

حضرتِ معاویہؓ کی جانب سے انکار

مگر حضرت معاویہؓ نے نہ مانی۔ اُنھوں نے کہا ہم اطاعت ہی نہیں کریں گے آپ کی جب تک آپ سب کو ہمارے حوالے نہیں کریں گے اور سب دمِ عثمان میں شریک ہیں تو اُنھوں نے ان کو بھی سمجھانا چاہا بذریعہ پیغام اُدھر سے اِدھر اِدھر سے اُدھر بڑے بڑے تابعین علماء کے ذریعہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دَور میں وہ بہت بڑے عالم ہوتے تھے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جو مَیں جانتا ہوں وہ علقمہؓ جانتے ہیں علقمہؓ بھی تھے ان میں اور بھی لوگ تھے جو حضرت علیؓ فرماتے تھے وہ وہاں جاکر کہتے تھے وہ جو کہتے تھے یہاں آکر بتلاتے تھے جیسے بچے سے ایک بات کہلادیں کہ یہ کہہ آؤ تو وہ کہہ دے گا اپنی طرف سے بات نہیں بڑھاتے۔ بالکل اسی طرح نقل کرنا، اس گفتگو میں جواب کوئی نہیں تھا۔ حضرت معاویہؓ کے پاس باتیں ختم ہوگئیں تھیں تقریباً مگر پھر بھی لڑائی ہُوئی اور اس میں حضرت معاویہؓ کا زیادہ سے زیادہ جو موقف یا مطالبہ تھا وہ وہی تھا جو اُن حضرات کا تھا جو بصرہ میں تھے مگر ان حضرات کے ذہن میں یہ بات آچلی تھی مان بھی گئے تھے یہ لوگ کہ سب کو مارنا یہ غلط ہے ادھر حضرت معاویہؓ کے ذہن میں یہ بات نہیں آرہی تھی ابھی تک تو انھوں نے قبول نہیں کی۔

مگر پھر بھی لڑائی ہُوئی اور اس میں حضرت معاویہؓ کا تھا جو بصرہ میں تھے مگر ان حضرات کے ذہن میں یہ بات آچلی تھی مان بھی گئے تھے یہ لوگ کہ سب کو مارنا یہ غلط ہے۔ ادھر حضرت معاویہؓ کے ذہن میں یہ بات نہیں آرہی تھی ابھی تک تو اُنھوں نے قبول نہیں کی۔

بالآخر حضرت معاویہؓ کی جانب سے حضرت علیؓ کے موقف کی عملی تائید

لیکن ایک دَور آیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ سے جب صُلح ہُوئی ہے تو صلح اسی شرط پر ہُوئی ہے کہ کسی کو ہمارے ساتھیوں میں سے آپ کچھ نہیں کہیں گے۔ اُنھوں نے مانی یہ بات، کسی کو کچھ نہیں کہا۔

حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ پر حملہ آوروں کو عہدہ دیا

بلکہ مَیں نے تاریخ کا جو مطالعہ کیا تو مجھے دو آدمی تو ایسے لگے جو ان گروہوں میں سے تھے جو حضرت عثمانؓ پر حملہ ہونے کے لیے آئے تھے اُس وقت کے بھی نامور لوگ تھے، حضرت معاویہؓ نے اپنے دَورِ حکومت میں ان کے ذمہ ڈیوٹیاں کی ہیں ان کے ذمہ کام لگائے ہیں یعنی جیسے کسی جگہ کا ڈی سی بنا دینا یا کمشنر بنا دینا اس طرح کا کام لیا ہے تو معلوم ہُوا کہ بات وہ ہی صحیح تھی جو حضرت علیؓ فرماتے اور وہ فرماتے تھے یہ (گروہ والے) مؤولین ہیں ان کو غلط فہمیاں ہُوئی ہیں اشکالات ان کے دماغوں میں گھسے ہُوئے ہیں غلط قسم کے تو یہ اہلِ تاویل ہیں یعنی اُنھوں نے مسئلے نکلالے اور مسئلوں میں ٹھوکریں کھائیں مسئلہ کی سمجھ میں ٹھوکر کھارہے ہیں یہ لوگ، تو ان لوگوں کو مارا نہیں جاسکتا ان کا علاج اور طرح سے کیا

جائے سمجھایا جائے بات کی جائے گفتگو کی جائے کچھ کہا جائے اور مارنے کی بات جہاں تک ہے جب وہ ماریں تو ہم ماریں گے ورنہ نہیں پہل ہم نہیں کرتے تو حضرت معاویہ رضؓ کو بھی وہیں آنا پڑا[1]

فقہائے اُمّت کی رائے

اب اس کے بعد فقہائے کرام کا درجہ آتا ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحؒ ہیں امام مالک رحؒ ہیں امام شافعی رحؒ ہیں اور امام احمد بن حنبل رحؒ ہیں یہی چار مسلک اہلِ سُنّت والجماعت کے ایسے بن گئے جو کہ دُنیا میں آج رائج ہیں قدرتی طور پر کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی سوائے اس کے کہ اللہ کی مرضی یہ ہے ورنہ ان جیسے ان کے دَور میں اور بھی تھے بہت بہت لوگ تھے امام صاحب رحؒ کے دَور میں تقریباً ڈیڑھ سو آدمی تھے جو حضرت امام صاحب رحؒ کے تقریباً ہم پلّہ عُلما شمار کیے جاتے تھے۔ صحابہ کرام کو دیکھے ہوئے ہیں یا علماً اتنے بڑے ہوں لیکن چلا ان کا مسلک۔ اب ان چاروں نے یہی فیصلہ کیا کہ جو کچھ لڑائی کے دوران حضرت علی رضؓ نے کیا ہے وہ صحیح ہے وہ حُجت ہے ہم سب کا مسئلہ وہی ہے باقی کسی نے جو کیا اُس کو نہیں چھیڑتے۔ وہ صحیح کیا ہے غلط کیا جو کچھ بھی کیا اُس کے بارے میں سکوت کرو باقی صحیح کیا تھا صحیح وہی تھا جو حضرت علی رضؓ نے کیا یا حکم دیا زبان سے وہ صحیح ہے تو سب ائمہ اربعہ کا یعنی پُوری دُنیا کے مُسلمانوں کا یہی اتّفاق ہے کہ جو حضرت علی رضؓ کی بات تھی یا باتیں تھیں اور جو جو انھوں نے باغیوں کے ساتھ معاملات کیے حکم دیا یہ کیا وہ کیا وہی ہیں باغیوں کے احکام۔ باغیوں کا مال نہیں لوٹا اگر وہ ہتھیار ڈال دیں تو چھوڑ دیا جائے گا بھاگ جائیں تو جانے دو، دروازہ بند کرلیں چھوڑ دو وغیرہ وغیرہ یہ احکامات جتنے بھی اُنھوں نے دیئے وہ کتابوں میں سب منقول ہیں اور سب ان سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی رضؓ نے یہ کیا باقی حضرات کا نام لیا ہی نہیں جاتا اور دوسرے حضرات پر حکم بغاوت کا لگایا گیا کیونکہ احکام باغیوں کے حضرت علی رضؓ کے معاملات سے لیے گئے ہیں تو دوسرے حضرات کو بغاوت (کرنے والوں) میں شمار کیا گیا ہے گویا اب حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کی بات آپ دیکھیں کہ والد کو دیکھا تو یہی کرتے دیکھا کہ اُنھوں نے خونریزی میں پہل نہیں کی اور حضرت حسن رضؓ نے بالکل ہی ختم کر دیا تھا معاملہ (اپنے حق سے دست بردار ہی ہو گئے تھے) پھر حضرت معاویہ رضؓ نے ختم کر دیا خونریزی کو بلکہ اُنھوں نے ان لوگوں سے بھی کام لیا جنھیں کہا جائے کہ دمِ عثمان رضؓ میں شریک تھے۔ حضرت عثمان رضؓ کی بغاوت کرنے والے جو جتھے تھے اُن میں بھی دو آدمی مَیں نے دیکھے ہیں نام اُن کے، باقی کے تو نام بھی معلوم

---

[1] قبل ازیں بعض اوقات حضرت معاویہ رضؓ نے حضرت علی رضؓ سے فتویٰ بھی طلب کیا (کتاب الام ج ۶ ص ۱۳۸)

نہیں ہو سکتے ناممکن ہے نام تو معلوم چیدہ چیدہ ہی لوگوں کے ہوتے ہیں۔ ان دو سے تو کام لیا ہے اُنھوں نے معاف کرنا تو الگ بات ہے کام لینا الگ بات ہے، معافی سے بڑی چیز ہو گئی کام لینا کہ اعتماد کیا۔

اب جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا (یعنی اپنے بڑوں کا یہ طریقہ دیکھ رکھا تھا) تو اُن کے تو خیال میں بھی نہیں تھا کہ اس درجہ تک نوبت پہنچ جائے گی کہ یہ ماردیں گے شہید کردیں گے اور میری بات نہیں مانیں گے وغیرہ وغیرہ۔ یہ اُن کے گمان میں نہیں تھا کیونکہ وہ دَور حضرت معاویہؓ کا ختم ہُوا تھا جس میں اُنھوں نے دیکھا تھا کہ سب کو اُنھوں نے چھوڑ رکھا تھا معاف کر رکھا تھا اور اُنہیں معاف کرنا پڑا مسئلہ بھی یہی تھا تو اُن کے خیال میں بھی یہ بات نہیں تھی مگر ان خُدا کے بندوں نے اُن کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی۔

حضرت حسینؓ کو بیعت پر مجبور کرنا عزّتِ نفس کے خلاف تھا

اب بتایئے آپ ان کو اس چیز پر مجبور کرنا کہ نہیں آپ پہلے بیعت کریں تو پھر ہم سوچیں گے کیا یہ دُرست ہے مگر ان کا انکار کرنا یہ بالکل دُرست ہے عزّتِ نفس کے اعتبار سے انسان کو حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنی عزّت کا دفاع کرے من قتل دون عرضہ فھو شھید جو آدمی اپنی آبرو کی بات پر اگر مار بھی دیا جائے تو وہ شہید ہے مال کی حفاظت کر رہا ہے اور مار دیا گیا وہ بھی شہید ہے آبرو تو مال سے بھی زیادہ بڑی چیز ہے اُنھوں نے کہا کہ یہ مَیں نہیں کروں گا۔ اُنھوں نے گرفتار کرنا چاہا اُنھوں نے گرفتاری بھی نہیں دی، اور اُنھوں نے حملہ میں پہل بھی کردی تو (جواباً) ان کے لیے دفاع بزورِ تلوار بھی جائز ہو گیا اَب ان کے بارے میں یہ جملہ کہنا کہ وہ اپنے نانا کی تلوار سے مارے گئے ہیں یہ خلافِ واقع ہے خلافِ تحقیق ہے۔ ایسے ہی جذباتی جُملے ہیں جو ناصبی لوگ کہا کرتے ہَیں یہ جُملہ حقیقت کے بالکل خلاف ہے اور مسائل کے اعتبار سے صحیح پہلو وہی ہے جو کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بنتا ہے اور ان کو کسی نے بھی غلطی پہ نہیں کہا۔

ائمہ اربعہ کی رائے

اس کے بعد دیکھا جائے گا فقہاء کو امام اعظمؒ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو کہتا ہو کہ حسینؓ نے فلاں غلطی کی یا ان کے احترام میں کوئی کمی لائے ہوں، یہ بھی نہیں ہُوا بلکہ اُن کا عمل یا جو بات اُن کی زبان سے نکلی ہے تو اُس کو تسلیم کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے سُنی ہُوئی کچھ حدیثیں یاد تھیں حضرت حسینؓ کو بھی

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بھی وہ روایات امام احمدؒ نے مسند احمدؒ میں دیں۔ ایک تو یہی بات ہے کہ وہ صحابی ہیں اور مدِّ مقابل صحابی نہیں ہے۔ عبید اللہ ابن زیاد جو ہے یہ صحابی نہیں ہے اور عمرو بن سعد بن ابی وقاص جو ہیں یہ عشرہ مبشرہ میں سے بڑے صحابی کے بیٹے ہیں خود صحابی نہیں ہیں۔

حضرت حسینؓ کو صحابی ہونے کی فضیلت بھی حاصل تھی

اور حضرت حُسین رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، صحابی اور غیر صحابی کے مقابلے میں تو صحابی کی تقلید کی جائے گی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (صحابہ میں سے) جس کی بھی پیروی کرو بس ہدایت پہ ہو ما انا علیہ واصحابی جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں تو ادھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہیں جو صحابی ہیں یزید تو صحابی نہیں ہے وہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دَور میں پیدا ہُوا ہے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے رُتبہ میں چھوٹا عمر میں بھی چھوٹا اور صحابی اور غیر صحابی ہونے میں بھی چھوٹا ہر اعتبار سے چھوٹا ہے تو اس کے لیے اور نہ اُس کے نائبین کے لیے ایسا معاملہ ان کے ساتھ کرنا دُرست نہ تھا تو پھر اُس غلط معاملے کے باوجود یہ کہنا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی غلطی تھی اور وہ اپنے نانا کی تلوار سے شہید ہُوئے ہیں یہ بالکل تحقیق کے خلاف ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کی رائے یزیدیوں کے خلاف تھی

اور حضرت ابنِ عمرؓ یہ نہ فرماتے کہ مجھ سے پُوچھتے ہیں اہلِ عراق کہ احرام کی حالت میں مکھی مارنے پر کیا ہو گا کیا دینا پڑے گا۔ وقد قتلوا ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[1]۔ حالانکہ انھوں نے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ویسے ہی مار دیا شہید کر دیا اور مجھ سے یہ پُوچھتے ہیں کہ مسئلہ کیا ہے مکھی کے بارے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا حضرت حسن حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں کہ ھما ریحانی من الدنیا[2] یہ دُنیا میں میری ریحان ہیں خوشبو ہیں۔

علیہ السّلام کے جملہ کا استعمال اور اس کی وجہ

ان کے ساتھ ایک لفظ "علیہ السّلام" کا مَیں نے دیکھا علّامہ ابن قیم جوزی بڑے سخت ہیں بہت متشدّد معروف۔

---

[1] بخاری ص ۵۳ ج ۱ [2] ایضاً

ہیں لیکن اعلام الموقعین[1] وغیرہ ان کی جو کتابیں ہیں ان میں حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ حضرت علیؓ ان حضرات کو "علیہ السّلام" لکھتے ہیں۔ معلوم ہُوا یہ کوئی پُرانی چیز ہے اور مَیں دیکھ رہا تھا کتاب الام امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بہت پہلے کے ہیں انھوں نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ "علیہ السلام" لکھا ہے[2] اس جملہ کا استعمال اصل میں ان اہلِ سُنّت میں ہُوا جن کا ٹکراؤ ہوگیا نواصب سے تو اُنھوں نے اِن کے لیے ایسے جُملے استعمال کیے ہیں یا ممکن ہے اور بھی پہلے سے انھوں نے اپنے بزرگوں سے اس طرح کے جملے سُنے ہوں اور اُس کا تعلق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دی ہُوئی بشارتوں سے بھی ہے اور حضرت علیؓ کے حق میں آپ کی دی ہُوئی بشارتیں جو تھیں اُن کا چرچہ صحابہ کرام نے اس وقت زیادہ کیا جب حضرت علیؓ کی مخالفت بڑھی ہے تو جس صحابی نے جو سُنا تھا وہ اُس نے نشر کیا اس لیے فضیلت والی روایات کی تعداد ان کے حق میں زیادہ بڑھ گئی تو عام طور پر تو صرف صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے ہم بھی یہی استعمال کرتے ہیں اور (عام حالات میں) قصداً ایسے کرنا ہی بہتر ہے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چونکہ خوارج کہتے تھے سوّد اللہ وجہ (معاذ اللہ) یعنی اُن کا مُنہ کالا ہو۔ اس لیے جواباً اس وقت کے اہلِ سُنّت حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کرم اللہ وجہہ کہنا شروع کیا اور اب تک ان کے نام مُبارک کے ساتھ دونوں طرح کے دعائیہ کلموں کا استعمال کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحابہ کرام اور تمام اہلِ بیت کی محبّت اور اُن کے طریقہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

---

[1] ص۲۱ ج۱ نیز دیکھیں کتاب صفۃ الصفوۃ تالیف ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد بن علی ابن الجوزیؒ متوفی ۵۹۷ھ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "تحفۂ اثنا عشریہ" میں جگہ جگہ حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر اہلِ بیت کے لیے "علیہ السّلام" کا جملہ بھی استعمال فرمایا ہے ص۸ وغیرہ

[2] کتاب الام کو سرسری طور پر دیکھا تو اس میں یہ چیز نہیں ملی البتہ بُخاری شریف ص۸۲۶ حاشیہ ۲ پر حضرت حسنؓ کے اسمِ گرامی کے ساتھ علیہ السّلام اور امام احمد بن حنبلؒ کی مُسند احمدؒ میں ص۸۸ ج۶ میں حضرت فاطمہؓ کے اسمِ گرامی کے ساتھ علیہما السّلام کی روایت موجود ہے۔ ممکن ہے حضرت اقدسؒ کو اشتباہ ہوا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تفصیل سے تلاش کرنے پر کتاب الام میں اس کا حوالہ مل جائے۔ واللہ اعلم۔ مرتّب